رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اکیلا اخبار

ہر ماہ کی ۳-۱۰-۱۶-۲۳ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

ضوابط

سالانہ چندہ عوام سے ؎
" امراء سے ؎
ششماہی " عوام سے ؎
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۸ شلنگ

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

نور

کیسی اللہ کی نور مومن کی شان

مقاصد

۱. اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت ظاہر کرنا
۲. سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا
۳. دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴. راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۲۹ء

جلد ۱۷ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان برہمچاری | نمبر ۱۰

دوستوں کے نام کھلی چٹھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برادران! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ بھائی محمد الدین صاحب ہرو برج سے لکھتے ہیں کہ اگر آپ اپنے سالانہ جلسہ کے لیکچر کو ٹریکٹ کی صورت میں چھاپیں تو ایک سو کاپی میں اس کی خرید کرونگا"۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے بھائی صاحب موصوف کو جنہوں نے تبلیغ کے ایک ضروری شعبہ کی طرف توجہ کی۔ یہ امر اظہر من الشمس ہو چکا ہے۔ کہ تبلیغی نقطہ خیال سے غیر مذاہب میں جس قدر سکھ ہمارے قریب ہیں۔ شاید ہی کوئی دوسرا فرقہ ہو۔ جن لوگوں نے سالانہ جلسہ پر میرا لیکچر سنا یا جنہوں نے الفضل ۱۹ و ۲۲ میں اس لیکچر کو پڑھا۔ وہ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ یہ لیکچر کس قدر مفید معلومات سے لبریز ہے۔ حالانکہ اس میں ابھی بعض باتیں رہ گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ لیکچر ہندو ہا ادراق کی دیدہ ریزی کا نتیجہ اور اس میں سکھ مذہب کی جملہ کتب کا عطر نکالکر رکھدیا گیا ہے۔ سکھ مذہب میں تبلیغ کے لئے آپ اس سے بہتر ٹریکٹ نہیں پائیں گے۔ ضرورت ہے کہ یہ ہزاروں کی تعداد میں شایع کیا جائے۔ اگرچہ سکھوں کی آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہے۔ ہاں اگر اس میں نانک پنتھی بھی شامل کئے جائیں۔ جو تبلیغی نقطہ خیال کے ہمارے بہت قریب ہیں۔ تو بے شبہ ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے ایسی بڑی کثیر جماعت میں کم از کم یہ لیکچر دس ہزار کی تعداد میں شایع ہونا چاہیئے۔ ۲۲×۱۸/۸ کے سائز پر یہ لیکچر کم از کم ۲۴ صفحوں پر آئے گا۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ وغیرہ سب عمدہ۔ قیمت علاوہ محصولڈاک حسب ذیل ہوگی۔

ایک سو کاپی	۱۲ روپیہ
پچاس کاپی	۶ روپیہ
پچیس کاپی	۳ روپیہ
دس کاپی	۱ روپیہ ۸ آنہ

فی کاپی ۲/ گویا سو کاپی خرید نے والے کو ۲/ فی کاپی پڑے گی۔ جو قریباً اصل لاگت ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا رعایت ہو سکتی ہے۔ سو کاپی کی پہلی درخواست تو جناب بھائی محمد الدین صاحب کی آچکی ہے۔ باقی دوست بھی اپنے ارادہ سے جلد مطلع فرمائیں۔ دوستوں کا فرض ہے کہ اس اہم تبلیغی کام میں نہ صرف خود ہی عملی حصہ لیں۔ بلکہ اس چٹھی کو دوسرے دوستوں تک پہنچا کر انہیں خریداری پر آمادہ اور تیار کر کے جلد بعہد بواپسی ڈاک جواب باصواب سے اطلاع دیں۔ سب دوستوں کا جواب ۲۰ مارچ تک ضرور پہنچ جانا چاہیئے۔ اگر سو دوست بھی ایک ایک سو کاپی خرید فرمالیں۔ پیدا ہو جائیں۔ تو دس ہزار کاپی باسہولت شایع ہو سکتی ہے۔ اور اس مدلل و دلچسپ لیکچر کی ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا پالی بحیثیت مجموعی جو سکھ مذہب میں خصوصاً اور ہندو مذہب میں عموماً ایک تبلیغی تہلکہ برپا کر سکتی ہے۔ اور جو اس کے نیک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنی نظیر آپ ہی ہوں گے۔ مکرر عرض ہے کہ آپ صاحبان کا جواب ضرور اخیر مارچ تک پہنچ جانا چاہیئے۔ تاکہ شروع اپریل تک یہ مفید لیکچر ٹریکٹ کی صورت میں دوستوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائے۔ صرف درخواستوں کے اندازہ پر ہی یہ مفید لیکچر چھپوایا جائے گا۔ اور اس مذکورۃ الصدر رعایتی نرخوں سے وہی لوگ مستفیض ہو سکیں گے۔ جن کی درخواستیں زیادہ سے زیادہ اخیر مارچ تک پہنچ جائیں گی۔ جن بھائیوں کے علاقوں میں سکھوں یا نانک پنتھیوں کی تعداد زیادہ ہو انہیں ہزاروں کی تعداد میں یہ لیکچر خرید کر مفت تقسیم کرنا چاہیئے۔

ضروری اطلاع

بعض خاص خاص دوستوں کے نام اس غرض کے لئے ۱۱ر فروری کو کارڈ بھی بھیجے گئے ہیں۔ مجھے یہ توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ یہ دوست میرے بھروسہ اور حسن ظنی کی قدر کرتے ہوئے کارڈ کو صرف مذکورۃ الصدر غرض کے لئے ہی استعمال میں لائیں گے۔ اور کسی دوسری غرض کے لئے اس کا استعمال قطعی اخلاقی گناہ سمجھیں گے آپ کا جواب ہاں یا نا کے رنگ میں جو کچھ بھی آپ مناسب خیال کریں۔ مجھے اخیر مارچ تک ضرور پہنچ جانا چاہیئے اور جو دوست ممالک غیر میں رہتے ہیں۔ ان کا جواب بلکہ گو جلد آنا مشکل ہے۔ مگر جس قدر ممکن ہو سکے ان دوستوں کو جواب باصواب سے جلد از جلد مطلع فرما دینا چاہیئے نیز انجمن ہائے احمدیہ کے امیر و پریذیڈنٹ و سکرٹری صاحبان براہ کرم یہ چٹھی انجمنوں میں پڑھ کر سنا دیں اور دوستوں کو اس مفید ٹریکٹ کی خریداری کے لئے آمادہ کریں اور تبلیغی سکرٹری صاحبان خاص تعداد میں خرید فرما کر اس مفید لیکچر کو سکھوں اور ہندوؤں میں مفت تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں یہ امر واقعہ ہے کہ اس ٹریکٹ کی جس قدر زیادہ اشاعت ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ اسی قدر سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کے متعلق بہترین نیک نتائج پیدا ہو سکیں گے۔ والسلام

آپ کے جواب باصواب کا منتظر

محمد یوسف ایڈیٹر نور قادیان ضلع گورداسپور

مسلم ریویو

لنڈن کی جلد ۲ کے ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ نمبر موجود ہیں۔ فی پرچہ کی اصل قیمت ۱۰ر ہے مگر دفتر نور علاوہ محصولڈاک نصف قیمت پر دے گا۔ حاجتمند دوست جلد درخواست کریں۔

منیجر نور۔ قادیان ضلع گورداسپور

میری طرف سے اجازت ہے

بفضل خدا میرے سالانہ جلسہ کے لیکچر نے سکھوں اور ہندوؤں میں ایک خاص ہلچل اور تہلکہ پیدا کر دیا ہے۔ اگر کسی صداقت کے خواہشمند ہندو یا سکھ بھائی کو کوئی گمراہ کرے یا خود شیطان ان کے دل میں کوئی وسوسہ ڈالے تو انکا فرض ہے کہ وہ خالی الذہن ہو کر اپنی کتب کا مطالعہ کریں۔ اور مجھے قوی توقع ہے کہ اول تو اللہ کے کرم سے ان کو اپنی کتب کے پڑھنے سے ہی ہر طرح کی تسلی ہو جائیگی اگر اس کے بعد بھی ان کے دل میں کوئی شبہ کی گنجائش رہ جائے۔ تو میری طرف سے اجازت ہے کہ وہ اخیر مارچ تک براہ راست مجھے لکھ کر بھیجدیں۔ میں انشاء اللہ ہر طرح سے ان کی تسلی کرا دوں گا۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے جناب میر ا[؟] غلام اکبر صاحب احمدی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول چونی کے گھر فرزند عطا فرمایا۔ ناظرین نور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو والدین کے لئے قرۃ العین اور خادم دین بناوے

ایسی تعمیل مشکل

میں نے نور کے کسی گذشتہ پرچہ میں یہ لکھا تھا کہ ہندوؤں کے گورمکھی ترجمہ کی اشاعت سکھوں میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے دفتر نور اذان کا گورمکھی ترجمہ مفت تقسیم کر رہا ہے۔ لہذا خواہشمند احباب صرف محصولڈاک بھیجکر ترجمہ مذکور مفت طلب کریں اس کے جواب میں بعض دوستوں نے لکھا ہے کہ ترجمہ بھیجدیں۔ لیکن محصولڈاک ندارد۔ سو ایسے دوستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ دفتر نور کسی ایسے آرڈر کی تعمیل کرنے سے قاصر ہے۔ جس کے لئے دم نقد اسے محصولڈاک بھی اپنی گرہ سے ہی لگانا پڑے۔ کیا یہ دفتر نور کا کچھ کم ایثار ہے کہ وہ تبلیغ کے لئے ایک مفید ترین چیز مفت دے رہا ہے۔

آہ مولوی غلام محمد

یہ خبر کمال اندوہ سے سنی جائیگی کہ خیر خواہ مخلوق حکیم مولوی غلام محمد صاحب ۲۲ فروری صبح ۹ بجے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولوی صاحب موصوف مخلص احمدی غریب طبع صوفی مزاج اور خیر خواہ مخلوق واقع ہوئے تھے ان کی وفات کا اپنے اور بیگانوں کو یکساں رنج ہے ان کی وفات پر میں نے کئی ہندوؤں کو آنسو بہاتے دیکھا مرحوم ایک مسلمہ حکیم اعلیٰ[؟] بے نفس و بے طمع انسان تھے حضرت کے ارشاد سے آپ کی نعش مقبرہ بہشتی میں دفنائی گئی۔ درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر احباب ان کے لئے دعا مغفرت کریں۔

دوستوں کا شکریہ

جن دوستوں نے اس وقت تک میرے سالانہ لیکچر کے خریداری کے لئے آرڈر بھیجکر ایکطرف میری حوصلہ افزائی اور دوسری طرف تبلیغ کے ایک اہم شعبہ کی طرف توجہ فرمائی ہیں ان دوستوں کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین سے بہترین اجر دے جن دوستوں کی درخواستیں زیادہ سے زیادہ اخیر مارچ تک پہنچ جائینگی۔ ۳۰ر اپریل کے پرچہ میں ان تمام دوستوں کے نام درج کئے جائیں گے اور شکریہ ادا کیا جائیگا۔ اور یہ مفید ٹریکٹ اسی مقدار میں چھپوایا جائیگا جسقدر درخواستیں اخیر مارچ تک دفتر نور میں پہنچ جائینگی اسلئے اگر بعد میں کسی دوست کے ارشاد کی تعمیل نہ ہو سکے تو انہیں گلہ نہ ہونا چاہیئے۔ لہذا مکرر تاکید ہے کہ جو لوگ سکھوں نانک پنتھیوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

روزہ کا فلسفہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

از قلم مولانا المکرم جناب مولوی عبد الکریم صاحب انصاری امیر جیپ گھٹی

روزہ کے معنی

روزہ (فارسی)، فاسٹ (انگریزی)، برت (ہندی)، صوم (عربی) ہم معنی الفاظ ہیں جن کے لغوی معنی رکے رہنے اور اجتناب کرنے کے ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں مراد یہ ہے کہ خوراک یا کسی خاص قسم کی خوراک سے معینہ اوقات میں بایں خاطر پرہیز کیا جائے تاکہ نفس کشی یعنی دل کی پاکیزگی حاصل ہو۔

روزہ کی قدامت و وسعت

مذہبی تاریخ میں روزہ کا وجود عام اور وسیع ہے۔ قریب قریب سب تاریخی زمانوں اور کل مذاہب میں روزہ پایا جاتا ہے۔ "کم و بیش کل مہذب اقوام خاص کر ایشیائی اقوام میں جب سے تاریخ شروع ہوئی ہے۔ روزہ ایک مسلمہ رسم تھی۔ ایرانیوں میں اس کی عزت تھی۔ آرمینیا۔ کردستان۔ ایشیائے کوچک۔ فلسطین میں یہ رسم پائی جاتی تھی۔ اہل فارس میں بھی۔ ہندو اس رسم کو غیر معمولی سختی سے برتتے تھے۔ مصر میں بہت کم ہوتے ہوئے بھی کچھ عرصہ تک روزہ رکھنا ضروری تھا۔

سیام میں ہر قسم بالشان کام سے پہلے روزے رکھے جاتے ہیں۔ جاوا میں روزہ موجود ہے۔ تبت میں روزہ موجود ہے۔ قدیم یونان میں بھی روزے رکھے جاتے تھے۔ اور قدیم روما میں بھی روزہ کی رسم موجود تھی نینوا والے بھی کبھی کبھی روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے جانوروں کو بھی فاقہ کراتے تھے"۔

(چیمبرز انسائیکلوپیڈیا)

"روزہ کا پرانی سے پرانی تاریخی اقوام میں پتہ چلتا ہے۔ شام میں جب سے مذہب یہود قائم ہوا روزہ کا رواج رہا ہے ہمسایہ قوموں مصر فونیشیا نینوا میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ مشہور مورخ ہیروڈوٹس صحرا افریقہ میں بھی اس کا رواج بتاتا ہے۔ بقول پورفوری مصری ہمیشہ کئی دن اور بعض اوقات کئی ہفتہ روزے رکھتے تھے یونان میں روزے کی پابندی بڑی سختی سے کی گئی تھی۔ روم میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا۔ پیروان فیثاغورث چالیس دن کے روزے رکھتے تھے۔ مشرق کے برہمن بھی روزہ رکھنے میں مشہور ہیں۔ مسلمانوں کے درویشوں کی ریاضت بھی تعجب انگیز ہے"۔

یہودی روزہ رکھنے میں مبالغہ کرتے تھے اور نہایت سختی سے کام لیتے تھے"۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

مختلف قوموں کے روزوں کا مجمل تذکرہ

"پارسی" پارسیوں میں باعتبار ایام ہر ماہ میں چار دن روزہ رکھتے ہیں اور (ان) کا گیارھواں مہینہ بھی اسی مطلب کے لئے ہے تاہم مفہوم صرف یہ ہے کہ پرندے یا چوپائے کے گوشت سے پرہیز کیا جائے۔ مچھلی انڈا وغیرہ جائز ہے۔ البتہ پیشوا اور متوطنین مذہب بھی اور برہمن بھی نہیں کھاتے صرف نباتات پر ہی بسر کرتے ہیں کیونکہ زرتشتی مذہب میں بالکل کسی چیز کا بھی نہ کھایا جانا گناہ ہے"۔

ہنود کے روزے

برہمنی مذہب میں ہر مہینہ کی دو دو تاریخیں اکادشی کہلاتی ہیں۔ بشنو مت والوں کے یہاں اور ہر مہینے کے ہر چودھویں کو شیو مت والوں کے یہاں روزے رکھے جاتے ہیں بعض اکادشیوں کے روزے بہت ضروری ہیں اور بعض کم ضروری۔ مثلاً گنیش جی کا روزہ ہر مہینہ کی چوتھی کو ہوتا ہے۔ مگر چار اکادشیوں کی طرح چوتھیں بڑی بڑی اور اہم ہیں۔ رام نومی نرسنگھ چودس بھادوں کی ستائیس بھاگ گنشی لو ورکا کے علاوہ اور بھی روزے ہیں پھل اور دودھ کے مرکبات جائز ہیں۔

"یہود کے روزے"

موجودہ یہودی مذہب میں مختلف اوقات میں ۲۸ روزے ضروری ہیں اس مذہب میں بعض روزوں میں ہر قسم کی ہر ایک غذا سے پرہیز کیا جاتا ہے اور بعض میں صرف گوشت وغیرہ سے۔

"عیسائی"

عیسائیوں میں روزوں کا مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن عملاً قریب قریب سب عیسائیوں میں روزہ کا حکم ہے البتہ مختلف فرقوں میں تعیین ایام میں اختلاف ہے۔ سب سے زیادہ یونانی کلیسا میں ہیں اس کے بعد رومن کیتھولک کا درجہ ہے۔ پراٹسٹنٹ میں سے انگلش چرچ میں سب سے زائد ہیں باعتبار اجتناب کے عیسائیوں میں بعض روزوں میں گوشت کھا سکتے ہیں بعض میں ہرگز نہیں۔ انگلش چرچ میں روزہ برائے نام ہے بدر جہ رکھنے نہ رکھنے کے بارے میں ہدایتیں خاموش ہیں جس شخص کے نزدیک جو ناپسندیدہ ہو اس کے نہ کھانے کا نام روزہ ہے۔ اس کا انتخاب بھی ہر ایک کی مرضی پر ہے غرض چرچ آف انگلینڈ میں کوئی خاص قاعدہ روزہ رکھنے کے متعلق نہیں ہے۔ ہر شخص پر اس کا تصفیہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ مگر تاریخ سے ظاہر ہے بعض عیسائی بہت عرصہ تک خوراک سے پرہیز کرتے تھے۔ بعض صرف جمعہ روزہ ہے۔

انبیاء و حکماء کے روزے

انبیاء علیہم السلام بکثرت روزے رکھا کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ کا روزہ مشہور ہے حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت دانیال حضرت الیاسؑ کے روزوں کا ذکر بائیبل میں موجود ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے روزوں کی کثرت کا حال کتب احادیث میں بخوبی بیان کیا گیا ہے اور وہ کو تمام انبیاء ضروری اور مفید جانتے تھے گو ان کی مختلف رنگ میں روزوں کی اہمیت ثابت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے قائل رہے ہیں۔ جیساکہ حکیم فثاغورث کی روشن مثال سے ظاہر ہے۔

روزہ کی ابتداء

جیساکہ اکثر چیزوں کی ابتداء معلوم کرنا دشوار ہے کیونکہ بے شمار مدت کا تاریک پردہ ماضی پر پڑا ہوا ہے اس لئے صحیح طور پر کوئی خاص زمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ بوثوق کہا جا سکتا ہے۔ روزہ کی ابتداء غالباً اس وقت سے شروع ہوئی جبکہ انسان کو معلوم ہوا کہ غذا کے اجتناب سے بعض اوقات صحت پر بہت مفید اثر پڑتا ہے۔ اور یہ کہ جسم کو روح کا تابع ضرور رکھنا چاہیئے۔

مفہوم مین فرق

روزہ اگرچہ سب مشہور مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ مگر اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہے۔ تعین وقت میں صریح تفاوت ہے چند گھنٹوں سے لیکر چالیس دن تک کی مدت موعود ہے کیفیت اجتناب میں بھی بہت افتراق ہے بعضوں میں تو قطعی پرہیز ہے بعض میں خاص غذاؤں سے۔ غرض روزہ تو مشترک ہے مگر خواص میں باہم بہت کچھ فرق ہے۔ پس ایسی مخالفت میں امر پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ باعتبار طبیعت و خلقت انسانی اور بلحاظ مقصد و غایت غائی کونسا روزہ سب سے زیادہ موزوں ہے۔

اسلامی روزہ

منصفانہ تحقیق کا فیصلہ یہ ہے کہ مذہب اسلام کا روزہ نہایت معتدل اور موزوں ہے۔ نہ تو اس قدر سہولت اور وقفہ ہے کہ فاقہ بالکل محسوس نہ ہو۔ نہ اس قدر طوالت ہے۔ کہ ناقابل برداشت ہو۔ یا بمشکل برداشت کیا جا سکے۔ باعتبار اجتناب بھی نہایت بے بہا ہے کہ سب کو جمیع اقسام سے ممانعت کی گئی ہے۔ کیونکہ بغیر خود تکلیف اٹھائے۔ خالق کی رحمت کا اور خلائق کی محبت کا جذبہ جوش میں نہیں آ سکتا۔ اجتماعی کیفیت اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے تفرق و اختلافی صورت میں ہرگز وہ فرحت و مسرت نہیں ہو سکتی تمام قوم کی ایک نیت اور متحد حالت سے جو خوشی حاصل ہو سکتی ہے وہ افراد کی خوشی کو دوبالا اور قومی زندگی کو اور بھی قوی کرتی ہے

اور کافی نعم البدل کسی ضرر کا ہے۔ اگر بالفرض کوئی ہو۔ افطار اور عید کے انبساط کو وہ غافل و مغرور افراد اور خاندان محسوس نہیں کر سکتے جو تعمیل ارشاد میں عملی حصہ نہیں لیتے الغرض روزوں کا تفرق و منتشر ہونے کے بجائے یکجائی اور اجتماعی ہونا بالضرور افراد کی خوشی کو دوبالا اور قومی زندگی کو تر و تازہ کرنے والا ہے۔

ماہ رمضان کی تخصیص

یہی وہ مبارک اور مقدس مہینہ ہے۔ جس میں اس جلیل المنزلت کتاب کا نزول شروع ہوا جس نے دنیا کی حالت میں تغیر عظیم پیدا کر دیا۔ اور بنی آدم کو خونریزی (عرب) کاہلانہ عیاشی (ایران) بے رحمی جدال و قتال (روم و ایران) وحشت و بربریت (یورپ و افریقہ) جہل و جمود (چین و ہندوستان) کے تاریک غار سے نکال کر شاہراہ ترقی پر ڈال کر اور تہذیب و تمدن کے وسیع میدان میں جا پہنچایا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس۔ وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن شریف آدمیوں کی رہنمائی کے لئے اتارا گیا۔ غرض ماہ رمضان میں تخصیص عبادت کا خاص سبب یہ ہے کہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے۔ جس میں نیر ماہ اسلام کی کرن چمکی۔ یعنی قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔

روزہ کی اہمیت

کوئی گروہ قایم نہیں رہ سکتا جب تک اس کی ارکان کے کچھ فرائض اور علامات معین نہ ہوں نہ کوئی سوسائیٹی اس وقت تک سوسائیٹی کہلانے کی مستحق ہو جب تک مقررہ فرائض کی پابندی نہ کی جائے۔ مگر قاعدہ ہونا اور شے ہے۔ اور عمل فرار دیگر نظر انداز کرنا اور چیز ہے۔ روزہ مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جمیع مذاہب میں کم و بیش اس کا وجود موجود ہے۔ بانیان مذاہب کے علاوہ اہل عقل و حکمت کے نزدیک بھی روزہ مستحسن مانا گیا ہے آزاد خیال افراد کو محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ ہم سرکاری

افسروں اور ڈاکٹروں کے تمام حکموں کی تعمیل لازم سمجھتے ہیں خواہ وہ ہمارے فہم میں نہ آئیں اور طبیعت پر شاق گذریں پس تمام احکام کا مرضی کے موافق ہونا اور پورے طور پر سب کچھ سمجھ میں آ جانا لازمی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ روزہ کا دنیوی اور مادی فائدہ بدیہی اور یقینی ہے۔

کم خوری

انسان کم خوری سے شیطانی قوی پر باسانی قابو پا سکتا ہے۔ اور اس کے رحم و کرم کا خاصہ بڑھ جاتا ہے جو اس باطنی اور قوای دماغی زیادہ تر اچھی طرح سے کام کرنے لگتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ انسان کے اعضا اور قویٰ کی نشو و نما پر اس کی غذا کا بالخاصہ برابر اثر پڑتا ہے۔ آدمی جیسا کہ کھاتا ہے ویسا ہی بنتا ہے حیوانی غذا سے دلیری کو طاقت ہوتی ہے۔ اور نباتاتی غذا سے حکیمانہ خیالات پرورش پاتے ہیں۔ اسی طرح پُرخوری سے کاہلی اور معدہ کی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ یہ یقینی اور قطعی ہے کہ غذا کی احتیاط سے حواس ظاہری و باطنی اچھی طرح کام کرنے کی طرف راغب ہوتے ہیں اوقات معینہ میں بھوکا رہنا حواس باطنی کی شگفتگی کا خاص ذریعہ ہے۔

روزہ کا فاقہ محض ایک خفیف تغیر پیدا کرتا ہے العادۃ طبیعت ثانیہ کے مطابق اگر کوئی مضرت ہو سکتی ہے تو وہ بھی سبب عادت سے جاتی رہتی ہے۔ دنیا میں ہزارہا انسان ایسے ہیں جو صرف ایک دفعہ کھانے کے خوگر ہیں مگر ان کی صحت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور تاریخ کا یہ فیصلہ ہے کہ متقی و پرہیزگار زیادہ تر عمر طبعی کو پہنچے ہیں غرض کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو روزہ کو عقل و حکمت کے خلاف ثابت کر سکے بلکہ اس کے فوائد و منافع بدیہی اور نمایاں ہیں

توجہ الی اللہ

روزہ ہمیشہ سے ہر مذہبی طریقہ کا ایک جزو لاینفک رہا ہے تمام مذاہب نے روزہ کی تعلیم کی تاکید کی ہے اور جن بزرگوں نے کبھی دنیا کے کسی حصہ میں روحانی عظمت حاصل کی انہوں نے اس کی تعمیل پر اصرار کیا ہے یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے حدود واجبی کے اندر جس قدر جسمانی قوت و توانائی میں ضعف ہوتا جائے گا۔ روحانی طاقت میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیزی اور بیشی ہو جائیگی جب ہمارا معدہ خالی ہوتا ہے تو ہم نہایت سہولت سے غور و فکر کر سکتے ہیں شیخ سعدی نے کیا سچ کہا ہے۔ ؎

اندروں از طعام خالی دار
تا در و نور معرفت . بینی . .

خدا کا شکر کرنا ہے تو اس کی نعمت کی قدر کرنی لازم ہے۔ جب صادق اشتہا ہو تو کھاؤ تاکہ بری سے بری غذا تم کو اچھی معلوم ہو۔ کھانا خوش ذائقہ نہیں ہوتا بلکہ بھوک اسے خوش ذائقہ بناتی ہے۔ ہر شخص فطرۃً عمدہ غذا کا طالب ہے۔ اور دولت کی کثرت و فراوانی کے ساتھہ مدارج بڑھتے جاتے ہیں۔ مگر روزہ دار حکم الٰہی کے تابعدار ہونے کے باعث اپنی حالت میں خوش ہے۔ جو مزہ اس کو حاصل ہوتا ہے دوسرے اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ عیسائی مذہب کے ایک پیشوا کا قول ہے۔

"جب کوئی روزہ رکھتا ہے تو اس کی طبیعت ادہرادہر کے تعلقات سے یکسو ہو کر خدا کا دہیان کرنے کے قابل ہو جاتی ہے!"

نیز دانایان فرنگ کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ "روزہ کا استعمال گاہے گاہے مفید ہے۔ اس سے طبیعت عبادت اور توجہ الی اللہ کے واسطے تیار ہوتی ہے!"
(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

نیک چلنی

نیک چلنی ایسا جوہر انسانی ہے جس کی تعریف میں تمام دنیا رطب اللسان ہے۔ مشہور انگریز سمول سمائلز لکھتا ہے۔ "نیک چلنی ہی زندگی کا فخر و تاج ہے انسانی مقبوضات میں نیک چلنی ہی سب سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہے۔ یہ انسان کے دل پر حکومت کرتی ہے یہ ایسی جائداد ہے کہ جس کی ملکیت میں آگئی گویا اس نے حکومت حاصل کرلی!"

اخلاق انسانی کی جلا کرنے والی روزہ سے زیادہ آسان تدبیر محال ہے۔ انسان میں دو مساوی طاقتیں نیکی بدی کی ہیں۔ جن کو قوای ملکوتی یا رحمانی اور قوائے بہیمی یا شیطانی کہا جا سکتا ہے۔ اور ان کا ظہور ہر معاملہ میں روزمرہ دیکھا جاتا ہے۔ یہ بھی مسلمہ ہے جس کو کام میں لایا جاتا ہے اسکو قوت ہوتی ہے اور بیکار قوت بتدریج ضعیف ہو کر معدوم ہو جاتی ہے۔ خواہش نفسانی برائی کی طرف رہبری کرتی ہے۔ روزہ میں اس مضر قوت سے کمزوری آجاتی اور قوائے رحمانی کو قوت ہوتی جاتی ہے۔

حقیقت میں روزہ نیک چلنی جیسی مفید صفت کو حاصل کرنے کے واسطے ایک آسان طریقہ ہے سکندر اعظم کا اتالیق حکیم ارسطو بعض مرتبہ اپنے شاگرد کو فاقہ دیکر کھانا دیتا تھا۔ دریافت کرنے پر اس نے جواب دیا میری منشاء یہ ہے تاکہ سکندر کو بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہو اور بھوکے پیاسے ابنائے جنس کو بجائے حقارت کے شفقت کی نظر سے دیکھا جائے۔ اور ان کی مدد کی تحریک ان کے دل میں پیدا ہو۔

ہمدردی

روزہ میں بے شمار جسمانی اور روحانی فوائد ہیں بھوک کی برداشت اور حرص غالب آنے کی نفی الحقیقت اعلیٰ درجہ کی تربیت ہے دوسروں کی مصیبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

"قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید"

روزہ ایک سبق ہے جو خدا اور نعمتوں کا شکریہ سکھاتا ہے ہم کو عیش و تنعم میں غریب و مفلس بھائیوں کی تکلیف کا اندازہ نہیں ہو سکتا محتاجوں مسکینوں یتیموں اور بیواؤں مسافروں کی کلفت و صعوبت کا ہم کیا احساس کر سکتے ہیں والدین کی خدمت اور اقربا کی معاونت یتیموں کی دستگیری مساکین کی خبرگیری مسافروں کی اعانت عین قانون قدرت کے مطابق ہے۔ بقدر توفیق ہم پر فرض ہے کہ اپنی عارضی تکلیف پر قیاس کرکے اپنی استطاعت کے موافق اہل حاجت کی معاونت کی جائے۔

حفظ صحت

روزہ حفظان صحت کے لئے بھی ایک نہایت ضروری چیز ہے جس طور سے بھی روزہ رکھنا انسان کی صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ انسان کے علاوہ حیوانات بھی بلکہ نباتات میں روزہ کی ضرورت پائی جاتی ہے۔ تمام ذی روح دنیا میں روزہ کا نشان پایا جاتا ہے گو صورت مختلف ہے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں روزہ ایک قدرتی قانون ہے جس سے انحراف کرنے میں اپنی ہی تباہی متصور ہے۔

روزہ سے رطوبات فاسدہ اور سوداء غلیظہ خارج ہو کر تمام جسم کا تنقیہ ہو جاتا ہے۔

"روحانی پاکیزگی کے علاوہ جسمانی صفائی کا اعلیٰ ذریعہ ہے جس کی طبیبوں کو بھی ضرورت محسوس ہوئی ہے!"

بھوک پیاس کی تکلیف کیوں ہم کو ہتوا دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ زکام کھانسی بلغم بدہضمی معدہ کی تمام بیماریوں کا صرف یہی ایک حکمی علاج ہے۔ خصوصاً رمضان شریف کی بھوک پیاس پر تو ہزاروں خوشیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔

آدمی کی طبیعت صحیح اور مزاج درست رکھنے کی لئے کس طرح کا تنقیہ ضرور ہے مزاج کے تنقیہ کے لئے فاقہ سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے فاقہ کچھہ بیماری ہی کی موجودگی پر منحصر نہیں ہے بلکہ بطور حفظ ماتقدم استقبال مرض کے لئے بہترین دوا ہے۔

کھانا جسم کی پرورش کے لئے ہے نہ کہ وبال جان کے لئے۔ بار بار کھانا مفید نہیں ہے بلکہ غذا کا ہضم کرنا سود مند ہے۔ طب یونانی کی رو سے ۱۶ گھنٹہ بعد غذا مناسب ہے۔ حالانکہ روزہ کا زمانہ اوسط ۱۴ گھنٹہ ہے روزہ سے صحت کو بہت تقویت ہوتی ہے جذبات و اخراج رطوبات فاسدہ میں روزہ مسہل کا کام دیتا ہے معدہ کو ہر سال خود بخود درست کر دیتا ہے حفظان صحت کا بڑا اصول روزہ کے ذریعہ سے قایم کیا گیا ہے۔

مستعدی

دنیا کے ہر کام میں مستعدی اور جفاکشی کی ضرورت ہے تکلیف برداشت کرنا سپاہی کا جوہر ہے جملہ امور دینی و دنیوی میں مستعدی اور سرگرمی لازم ہے کاہل آدمی گویا اپنی خلقت سے ناواقف ہے۔ روزہ سے یہ بھی مقصود ہے کہ لوگ بھوک کی تکلیف برداشت کرنے کے عادی رہیں وقت آجائے تو گرسنگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ادائے فرض میں حارج نہ ہو ایک مہینہ اس کی مشاقی کے لئے رکھا گیا ہے۔

روزہ کی حقیقت

روزہ کچھ کھانے پینے سے علیحدہ رہنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ ممنوعہ اور بیہودہ امور سے باز رہنے کا نام ہے اگر کوئی تم سے شرارت اور جہالت سے پیش آئے تو کہدو کہ "بھائی میں تو روزہ دار ہوں میں تو روزہ دار ہوں"۔

"جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ کے مطابق عمل کرنا ترک نہیں کیا خدا کو اس کے ترک غذا سے کوئی مطلب نہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ کھانے اور پینے اور مخصوص خواہش نفسانی سے باز رہنا نہیں ہے بلکہ روزہ کا منشاء اور حقیقی مدعا یہ ہے۔ کہ انسان اپنے نفس کو ان تمام کاموں سے بچائے جو اخلاقی خرابیوں اور خلاف انسانیت فعل کا باعث ہوں روزہ صرف اس لئے مشروع ہوا ہے کہ انسان کے اخلاق مہذب ہو جائیں۔ جس سے یہ غرض پوری نہ ہو۔ اس کا روزہ بے لطف اور ناقص ہے۔ "کتنے روزہ دار ایسے ہیں کہ بجز بھوک پیاس کے روزہ سے انہیں کچھ حاصل نہیں۔ اور کتنے عبادت گذار شب بیدار ایسے ہیں کہ رات بھر عبادت کرنے سے ان کے لئے نتیجہ نہیں"!

انسان کو لازم ہے کہ اچھی عادتیں جن سے طبیعت میں بلکہ روحانیت میں ترقی ہوتی ہو۔ اور دل میں فلسفہ اخلاق راسخ ہو جائے۔ اختیار کرے حیوانیت کا غلبہ ہمارے رگ و ریشہ میں پیوست ہے خواہش نفسانی کا انہماک صریح نشان ہے۔ لہذا اس کے مغلوب اور دبانے کا لازمی طریقہ اور یقینی نتیجہ یہ ہے۔ کہ نفس میں روحانیت کا ظہور ہو۔

روزہ کی تکمیل

روزہ دار کو یہ بھی موکد شرعی ہدایت ہے کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے بہتان لگانے اور دیگر نفسانی خواہشات کے ارتکاب سے روزہ فوت ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ روزہ اخلاقی عیوب کو رفتہ رفتہ ترک کرنے کی عادت ڈالنے کے واسطے ایک سہل ترین نسخہ ہے روزہ دار صبر جیسی اعلیٰ صفت کا بڑا عادی ہو جاتا ہے اگر خدانخواستہ بھوک پیاس کی مصیبت کبھی پیش آئے تو روزہ دار اس کو صبر و تحمل سے برداشت کر سکتا ہے جو ایک آدمی سے دشوار بلکہ محال ہے غرض روزہ کی کامل پابندی پاکیزگی بردباری ہمدردی نفس کشی جیسی اعلیٰ اخلاقی اور تمدنی صفات کا رفتہ رفتہ عادی کر دینے کا بہت آسان آلہ ہے۔ وہ دروغ گوئی اور اتہام یا دیگر نفسانی رذائل اور اخلاقی معائب کی نہایت سہل طور پر بیخ کنی کر دیتا ہے۔ روزہ میں اور بہت سے روحانی اخلاقی تمدنی غرض کہ دینی اور دنیوی فوائد مضمر ہیں۔

روزہ میں جس قدر صدق و خلوص ہو گا اسی قدر مدارج بلند ہوں گے اور عاقبت میں اجر عظیم ہو گا۔ روزہ باطل ہو جاتا ہے اگر غصہ کیا جائے فتنہ فساد مچایا جائے عیب جوئی اور دروغ گوئی کی جائے خواہش نفس ظاہر ہونا۔ جائز خواہشات کو ضبط کرنا بھی ویسا ہی ضروری ہے جس طرح آب و طعام وغیرہ سے پرہیز کرنا۔

ہم سب عادت کی قوت سے آگاہ ہیں خواہ وہ مستحسن ہو یا قبیح روزہ کا عملی احترام روحانی قوت کو حیوانی خواہشات پر غالب کر دیتا ہے اور روح کو بالخاصہ خدا کی جانب رجوع کا موقع میسر آتا ہے روح انسانی اور ذات باری کے درمیان قریبی اور گہرا تعلق کس درجہ مفید ہے گناہ اور بیماری میں مبتلا رہنا کس قدر آسان ہے۔ کیسے پائیدار اور وسیع الاثر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگر صدق و عرفان سے عمل کیا جائے۔

"ظاہری روزہ یہ ہے کہ طعام وغیرہ سے اجتناب کیا جائے لیکن معنوی روزہ توجہ الی الصمد کا نام ہے ظاہری روزہ دار منہ بند کر لیتا ہے کہ کوئی چیز نہ کھائے لیکن معنوی روزہ دار آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ خدا کے سوا کسی طرف نظر نہ ڈالے۔ بلی بھی روزہ رکھتی ہے جو شکار کے لئے چپ چاپ لیٹ جاتی ہے۔ اس لغو خیال نے سینکڑوں لوگوں کو خراب اور اہل جود و صوم کو بدنام کر دیا ہے"!

(مولانا روم)

رمضان المبارک کی اہمیت

رمضان المبارک مسلمانوں کی اصلاح کا مہینہ ہے کہ مسلمان اپنے افعال بد سے دستکش ہوں اور نیک کام اختیار کرکے جسم و روح کو پاک کریں صرف پیٹ کا روزہ نہیں ہے کہ اس میں کچھ نہ ڈالو بلکہ سر آنکھ کان زبان اور ہاتھ پاؤں سب کا روزہ ہے دماغ کو برے خیالات سے باز رکھو آنکھ کو بدنظری سے بچاؤ زبان کو گندی باتوں کی آلائش سے صاف رکھو۔ ہاتھ پاؤں کو ظلم و تعدی سے بچاؤ۔

بقاء شخصی کے لئے غذا اور بقاء نوعی کے لئے ہم خواب ہونا ضروری ہے۔ جب ضرورت ہوتے محض رضاء الٰہی کے سبب خدائی حکم کی تعمیل میں ایسی ناگزیر حوائج سے کوئی شخص بالارادہ اور بخوشی تارک ہو تو وہ دیگر ممنوعات کا مرتکب کیونکر ہو گا؟ نیز ہر شخص پر دوسروں کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ اوروں کی دیکھا دیکھی نیکی کی تحریک محکم ہوتی ہے۔

برائی سے بچنے کے لئے عقل مذہب اور قانون شعور کی صاف و صریح ہدایات موجود ہیں۔ مگر بہت ہی کم ہیں جو اثر پذیر ہوتے ہیں اور الٰہی احکام کی پروا کرتے ہیں پس موت سے پہلے کوئی وقت ایسا آنا چاہیئے جس میں انسان اپنی اصلاح کر سکے اور آخرت میں ندامت نہ اٹھائے۔ اس اہم غرض کے لئے رمضان کا مہینہ مخصوص ہوا۔ برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے اختیار کرنے کی مفصل فہرست اس کو دی گئی مگر اس پر بھی کوئی محافظ و نگران تھا کہ ہر وقت اسے ہانکتا اور یاد دلاتا رہتا پس اس مطلب کے لئے بھوکے رہنے کا کیمیائی نسخہ تجویز کیا۔

بھوک پیاس سے زیادہ کوئی چیز انسان کی اصلاح کرنے والی نہیں ہے اگر ہے تو موت ہے مگر مشکل ہے تو یہ کہ بعد موت کے انسان لاچار محض ہے کوئی عمل نہیں کر سکتا اس لئے وہ چیز تجویز ہوئی جو موت کا نمونہ جہاں تک غور کیا جاتا ہے۔ روزہ کے سوا اور کوئی ایسا طریقہ نظر نہیں آتا جس سے ہم اپنی اصلاح موثر طریقہ پر ساتھ ساتھ کرتے جائیں۔

پس یہ کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص سال میں ایک مرتبہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نیک خصلت رہے اور گیارہ مہینہ تک کسی ہوشمند پر اثر نہ کرے۔ جو آدمی ایک ماہ میں اپنی اصلاح کا خیال رکھے عادت خود اس کی معین و یاور ہو جاتی ہے اور ایک عرصہ تک اپنا اثر دکھلا سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان میں دو قوتیں بہیمی اور ملکوتی ہیں۔ ان دونوں کو اعتدال کے ساتھ قایم رکھنا اور ترقی دینا کمال انسانیت کے درجہ پر فائز ہوتا ہے ہر مذہب کی غالباً یہی غایت ہے مگر اسلام میں اعتدال کا سب سے زیادہ بڑھ کر خیال رکھا گیا ہے۔

اسلامی روزہ نہ اس قدر آسان ہے کہ برائے نام ہو۔ نہ اس قدر دشوار کہ برداشت نہ ہو سکے غرض روزہ سے قوت ملکوتی پر ترقی ہوتی ہے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔

رمضان شریف میں صحت کی خاص احتیاط

ہر حال میں کمی بیشی خطرناک ہوتی ہے پس رمضان المبارک میں اعتدال کا خیال نہ رکھنا خطرہ سے خالی نہیں ہے اس واسطے خاص خاص احتیاط کا لحاظ واجب ہے۔ افطاری میں ثقیل بطی الہضم غذاؤں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ ملایم اور سریع الہضم غذاؤں کے ساتھ افطار ہو وہ بھی کم مقدار میں نصف شکم کھانے کے بعد ہی دستر خوان سے کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ معدہ پر اتنا بوجھ ہرگز نہ ڈالو کہ گرانی محسوس ہونے لگے۔ طویل بیکاری کے بعد جب کہ اعضاء ہاضمہ کو کام ملے تو آسان ہو۔ تاکہ انجام تک کوئی خلل اور دشواری نہ پیش آئے۔ افطار کے وقت ملایم غذا کی اس لئے ضرورت ہے۔ تاکہ دفعۃً قوی غذا سے معدہ کو تکلیف نہ ہو اور غذا کے سب ہضم بآسانی مکمل ہو جائیں۔

تراویح سے بعد فوراً سو جانا واجب ہے تاکہ چار یا پانچ گھنٹہ کی معقول نیند کا موقعہ حاصل ہو زیادہ جاگنا نہایت مضر اور ضرر رساں ہے اعصاب میں خطرناک کمزوری سے زندگی کی چولیں ہل جاتی

ہیں۔

سحری میں کافی مقوی غذائیں کھانے کا کچھ ہرج نہیں بلکہ مقوی غذا کا استعمال ہی جائز ہے لیکن اعتدال کا خیال پھر بھی واجب ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شام و سحر کے کھانوں پر جو بار بار اور لگاتار گلاس کے گلاس پانی کے چڑھائے جاتے ہیں۔ ان سے معدہ کو بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اور کھانے کی زیادتی سے معدہ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

سحری کے بعد جاگنے چلنے پھرنے اول وقت نماز پڑھنے کے بعد کچھ دیر قیلولہ کرنے سے تمام ضروری افعال طبعی سے انسان فارغ ہو سکتا ہے۔

تقدیر فی الاسلام

(از قلم مولانا المکرم جناب مولوی عبد الکریم خانصاحب میرٹھی)

پیوستہ بگذشتہ

جو خدا پر اور اس کے قضا و قدر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہوا اور جس نے اپنے گناہوں کو خدا کی طرف کیا وہ گنہگار ہوا۔ اگر خدا کی عبادت کریں تو خدا ان کے اور ان کے عمل کے درمیان حائل نہیں ہوتا اور اگر گناہ کریں تو خدا نے کچھ گناہ پر مجبور نہیں کیا ہے۔"

(حضرت امام حسنؓ)

جہلا کہتے ہیں کہ خدا جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اگر وہ آیت کے ماقبل اور مابعد پر نظر ڈالتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ خدا گمراہ نہیں کرتا۔ مگر کفر اور گناہ کے تقدم کی وجہ سے جیسا کہ اس کا قول ہے کہ اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔

(حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)

زنا، شراب، چوری، قتل خدا کے علم میں ہے ہم کو کوئی چارہ نہیں۔ سبحان اللہ بے شک اللہ کے علم میں ہے کہ بعض لوگ ایسے کام کریں گے مگر خدا کے علم نے ان کو ان کاموں کے کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ (ابن عمرؓ)

"قرآن کی مختلف آیتوں میں جو تعارض ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا نے شرعی احکام کی مانند فطری تکوینی امور کو بھی حکم و ارادہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

"خدا کا فیصلہ حکم ارادہ کتابت امر اجازت کسی چیز کو مقرر کرنا۔ بات کرنا سمجھنا، حرام کرنا، پیدا کرنا قضاء اذن، مشیت الہی کی دو قسمیں ہیں ایک کونی فطری جو فطرت سے متعلق ہے۔ دوسری شرعی جو احکام سے متعلق ہے۔ جبری آیات میں صرف فطری اور خلقی حالت مراد ہے۔

خدا نے تمام عالم میں علت و معلول کا سلسلہ قایم کیا ہے۔ اشاعرہ گو اس اصول کے منکر ہیں لیکن ان کے سوا تمام فقیہ اور محدثین وغیرہ اس کے شد و مد سے قائل ہیں۔ محدث ابن القیم رح نے اس مضمون کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس سلسلہ کا انکار بداہت اور شریعت دونوں کا انکار کرنا ہے

(شبلی)

"سلسلہ اسباب و قوی اور اشیاء کی طبیعت کا انکار کرنا بداہت کا انکار کرنا ہے عقل و فطرت پر اعتراض کرنا ہے۔ محسوسات اور شریعت کا انکار کرنا ہے تمام موجودات اسباب اور مسببات ہیں اور قرآن اسباب سے بھرا ہوا ہے اور اگر ان تصریحات کا تفحص کریں جن سے قرآن مجید اور حدیث شریعت سے سلسلہ اسباب کا ثبوت ہوتا ہے۔ تو دس ہزار سے زیادہ تصریحات نکلیں گی۔ اور ہم نے یہ بات مبالغۃً نہیں لکھی بلکہ واقعی لکھی اور حس عقل اور نظر کی گواہی ہوتی ہے۔"

"کلام مجید میں اگرچہ بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے بظاہر یہی مترشح ہوتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے بادی النظر بے شبہ یہی مطلب سمجھا جا سکتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے بس خدا کرتا ہے انسان کو کچھ اختیار نہیں دیا گیا وہ بے بس اور مجبور محض ہے لیکن یہ مطلب صرف وہی نکالتے ہیں جو محض سرسری نظر سے کام لیتے اور سطح سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نیچے جانے کی زحمت اپنے دماغ کو نہیں دیتے۔

"حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کائنات مجموعہ اضداد ہے۔ ہر نیکی کے لئے ایک بدی کا ہونا لازمی ہے ہر بلندی ایک پستی کو چاہتی ہے۔ ہر نور ایک ظلمت کا محتاج ہے غرض دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جس کا کامل اور صحیح تصور اس کی ضد کے بغیر ممکن ہو اسی طرح مسئلہ جبر بھی اپنی ضد یعنی اختیار کا مستلزم ہے۔

یہ فلسفیانہ نکتہ قرآن کی ان بظاہر متعارض مگر بباطن متوافق آیات میں مضمر ہے۔ جس میں کہیں تو اگر یہ کہا گیا ہے کہ تم کسی بات کو نہ چاہو گے جب تک کہ خدا نہ چاہے تو کسی میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو آپ نہ بدلے۔ جبر و اختیار کی یہ آمیزش اس ازلی قانون کے مقتضیات میں سے ہے جس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ لا تبدیل لخلق اللہ، خلق کل شئی فقدرہ تقدیرا۔ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ اس سے زیادہ حکیمانہ توجیہ کائنات کے کسی ارادی یا غیر ارادی حادثہ کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اسباب و علل کے ایک محکم اور متیقن سلسلہ کے ذریعہ سے اس مدبر اعظم کی ذات پر جا منتہی ہوتا ہے جو علۃ العلل اور مظاہر عالم کا سبب اولیں ہے۔ لیکن مقدرات کے اس جبریہ عنصر میں علت العلل نے جس کی حکمت آفریں شان پر الذی خلق فسوی گواہ ہے۔ ارادہ انسانی اختیاری عنصر بھی ایک خاص حد تک شامل کر دیا ہے جس کا اندازہ والذی قدر فھدی سے کیا جا سکتا ہے انسان نہ محض مجبور ہے نہ مختار مطلق وہ ان حدود کے اندر جو فطرت انسانی کے طبعی ارتقاء عقلی اخلاقی و روحانی کے لئے مقرر کر دی گئی ہیں اپنے اعمال کا مختار ہے لیکن قدرت کے مقررہ حدود سے آگے بڑھنے پر قادر نہیں۔" پس

خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو" اور "گھروں میں دروازوں سے داخل ہو"۔

(قرآن)

علۃ العلل ہونے کی حیثیت سے خدا خالق اور قادر مطلق ہے لیکن مشیت الہی ہی کی بدولت انسان بھی اپنے فعل کا پورا اختیار رکھتا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ خدا چور کو چوری کرنے کے لئے اٹھاتا ہے۔ اور پھر کوتوال شہر کو خبردار کر دیتا ہے کہ چور کو پکڑے اور سزا دے۔

علۃ العلل نے اپنی مشیت سے ہر چیز کو ایک فطرت خاص پر پیدا کیا ہے اسی کے مطابق تمام افعال کا صدور ہوتا ہے مگر تمام درمیانی وسائط کو حذف کر کے اس کو علۃ العلل کہنا بالکل صحیح ہے۔ علۃ العلل ہونے کے سبب بندہ کا اختیاری فعل بھی خدا کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

"وہی اللہ ہے جس نے اشیاء کو مقدر کیا اور اپنا محکوم بنایا دنیا و آخرت میں کچھ نہیں ہوتا مگر اس کی مشیت علم قضاء و قدر کے موافق لوح محفوظ میں لکھنے کے مطابق لیکن لکھنا وصف کے ساتھ ہے حکم کے ساتھ نہیں"۔

(امام اعظم رح)

انسان کی وہ ترکیب جس سے افعال کا صدور ہوتا ہے خدا نے بنائی ہے اس اعتبار سے انسان کا ہر ایک فعل اللہ کی طرف منسوب ہو سکتا ہے لیکن اس کی شرارت و خباثت کا ذمہ دار اللہ تعالے نہیں نہ اس پر وہ رضامند ہے۔

ایک ماہر تیرانداز کے چند شاگرد اگر اس ہنر میں کامل قادر انداز ہو جائیں تو شاگردوں کی جائز و ناجائز تمام کارگذاریاں سب استاد کی طرف منسوب ہو سکتی ہیں لیکن تیراندازی کا یہ استاد ان کو بری الذمہ نہیں کر سکتا نہ شاگردوں کی خطاکاریوں کا کسی طرح ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جب کہ ان کو جائز و ناجائز حدود سے بھی متنبہ کر دیا ہو انجام کار خطرات سے اطلاع دے دی جائے اور اجتناب کی آزادانہ و خود مختارانہ قدرت کے ساتھ بے حد رغبت دلائی گئی ہو۔

ہر چیز کے اسباب خدا ہی نے پیدا کئے ہیں مثلاً شراب اور تلوار ان کی پیدائش بھی اللہ تعالی کی طرف صحیح طور پر منسوب ہو سکے گی لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کے بنانے میں انسان کا کوئی دخل نہیں لہذا اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے بیجا استعمال سے انسان بری الذمہ ہے اور خدا ہی انسان کی بدمستی اور سفاکی کا بانی مبانی ہے یا اس پر راضی ہے۔

خدا علۃ العلل جمیع کائنات ہے پس اگر حوادث واقعات افعال کو جو عالم میں تمام مخلوقات انسان حیوان عناصر قوی وغیرہ سے ظہور میں آتے ہیں وہ اپنی طرف نسبت کرے اور ہر چیز کی نسبت یہ کہے ہم نے کیا تو یہ بالکل صحیح نسبت ہے۔

بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ ایک گروہ انسانوں کا یہ سمجھتا ہو کہ خالق خیر یزدال اور خالق شر اہرمن ہے۔ اور ان کا مذہب اس مقام میں بھی پھیل ہو جہاں ان غلطیوں کا اصلاح کرنیوالا پیدا ہوا ہو۔ تو اس باریک دقیقہ کو کہ تمام چیزوں کی علۃ العلل صرف ایک ہی ذات ہے بار بار بیان اور ہر دم یاد دلاتے رہنا نہایت ضروری ہے۔

پر زور تصریح کی خاص ضرورت یہ تھی کہ افعال انسانی کی نسبت دنیا سخت غلط فہمی میں مبتلا تھی دو خیال عام تھے ایک یہ کہ خدا کوئی چیز نہیں انسان خود بخود سلسلہ فطرت کی اقتضاء سے پیدا ہوا اور ہر قسم کی قوتیں خود بخود اس کے ساتھ پیدا ہوئیں انہی قوتوں کی بنا پر اس سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ اور ان افعال کا وہ خود خالق ہے

اس کے مقابل دوسرے فرقہ کا یہ مذہب ہے کہ انسان مجبور محض ہے وہ خود کچھ نہیں کرتا بلکہ اس کو خدا کراتا ہے۔

مصری و یونانی حکماء کا یہ خیال تھا کہ دو چیزیں ازلی اور ابدی ہیں ایک خدا اور ایک مادہ خدا نے اس قدیم اور ازلی مادہ سے تمام دنیا کو بنایا اور رچایا ہے اور جیسا کہ اشارہ کیا گیا ایک گروہ زردشتیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ دو متقابل کے وجود ہیں ایک یزدال دوسرا اہرمن نیک کام خدا کرتا ہے اور بد کام شیطان اور یہ مذہب اس ریگستان میں بھی پھیل گیا تھا جہاں ان غلطیوں کا اصلاح کرنیوالا پیدا ہوا۔

اسلام کو دونوں خیالوں سے اختلاف ہے اس لئے ضرور تھا کہ جہاں وہ یہ بتلائے کہ انسان اپنے افعال کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خالق اور اپنے ہر فعل کا ذمہ دار ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتائی کہ انسان خود بخود نہیں پیدا ہوا بلکہ اس کو اور اس میں جس قدر قوتیں موجود ہیں سب کو خدا نے پیدا کیا ہے۔

خدا تعالیٰ کو قرآن مجید میں مذکورہ بالا دونوں باطل عقیدوں کا مٹانا اور اپنی ذات واحد کو خالق جمیع کائنات بتانا اور اپنے تئیں وحدہ لاشریک لہ جتانا مقصود تھا۔ پس سب سے عمدہ طریقہ اس باریک نکتہ کے سمجھانے کا یہی تھا کہ تمام افعال کو ان کے تمام واسطوں کو دور کر کر خاص اپنی طرف منسوب کرے اور کبھی ان واسطوں کی طرف تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں کہ علۃ العلل صرف ایک ذات وحدہ لاشریک لہ ہے اور جو جو واسطے ہم کو دکھائی دیتے ہیں بلاشبہ وہ صرف واسطے ہیں مگر علۃ العلل ان سب کی ایک ہی ذات ہے

الحاصل چونکہ نزول قرآن کے وقت توحید خالص تقریباً معدوم تھی بعض نیک و بد آثار کو خدا اور مادہ کی طرف منسوب کرتے تھے بعض فرشتوں کی طرف بعض کی نظر قوائے طبیعیہ تک محدود تھی بعض دو خداؤں کے قائل تھے غرض توحید کا نقشہ بہت کمزور ناقص گویا معدوم ہو گیا تھا پس کتاب الٰہی کا فرض تھا کہ ہر قسم کے مشرکانہ خیالات کی جڑ بنیاد کو اکھیڑ کر پھینک دے یہی وجہ ہے کہ درمیانی وسائط کو نظر انداز کر کے مبدء کل و علۃ العلل ہونے کی وجہ سے تمام افعال انسانی کو خدا کی طرف منسوب کیا گیا اور علۃ العلل کا جا بجا ذکر کیا گیا ہے

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا اپنے بدء عالم اور علۃ العلل ہونے کی وجہ سے اسباب کی تاثیرات اور افعال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

مگر اسلام کی نسبت یہ سمجھنا کہ اس نے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنے کی تلقین کی ہے اور یہ سکھایا ہے کہ اگر مریض کو مرنا ہے تو طبیب سے رجوع کرنا فضول ہے اس لئے سرے سے علاج ہی نہ کرنا چاہیئے اس کی تعلیم کا ایک جاہلانہ یا متعصبانہ اندازہ کرنا ہے۔ جبکہ نفی قرآن کریم کی آیات بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرون اولیٰ کے ان مسلمانوں کی زندگیاں کر رہی ہیں، جو بہترین شریعت کے راز داں تھے۔

بے شمار آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انسان اختیار رکھتا ہے اور اپنے اختیار و اپنے اختیار کے استعمال سے ہی برے بھلے کام کرتا اور جزا و سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

تقدیر پر اندھا دھند اعتبار و تکیہ کرنا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر محنت کرنے سے جی چرانا مذہب اسلام کا یہ مسئلہ نہیں ہے حصول مقاصد کے لئے تدبیر یعنی سعی و کوشش کرنی انسان کا ایک ضروری مقصد ہے۔ اسلام نے اس کا ضروری اور مفید ہونا بتایا ہے نہ غیر ضروری اور غیر مفید ہونا۔ مشیت ایزدی کا ظہور ہمارا ایمان ہے

موتی سرمہ کی شان
اور ہندو مسلمان دونوں قربان

جناب منشی اودھو رام صاحب مدرس مڈل سکول چوٹی ضلع ڈیرہ غازیخاں سے لکھتے ہیں:۔ کہ آپ کا موتیوں کا سرمہ بہت مفید ثابت ہو رہا ہے لہٰذا ایک تولہ سرمہ بہت جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں"!

آج دنیا مانتی ہے کہ یہ موتی سرمہ رجسٹرڈ ضعف بصر، گرے خارش چشم، جلن، پھولا، جالا، دھند، پڑبال، پانی بہنا، ابتدائی موتیا بند، گوہانجنی، رتوندا، ناخونہ، غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ
مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

لیکن تدبیر کو عمل میں لانا الٰہی فرمان ہے۔ قرآن کا فیصلہ ناطق ہے۔ لیس الانسان الا ما سعیٰ۔

بروئے انصاف انسان کو وہی ملنا چاہیے جو کہ وہ خود کماتا ہے۔ جسکو وہ کماتا نہیں اس کا وہ مستحق بھی نہیں ہو سکتا۔

کردنی خویش آمدنی پیش

جیسی کرنی ویسی بھرنی اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو قوانین خدائی اور سنن الٰہی کا خیال رکھو ورنہ ابدی ہلاکت میں پڑو گے اور از یں سو رانده و ازاں سو درمانده ہو جاؤ گے انسان سنن الٰہی کی پیروی سے اپنی حالت بہترین کر سکتا اور خلاف ورزی سے بدترین بنا سکتا ہے۔

"انسان کے لئے اور کچھ نہیں مگر جو اس نے پایا۔ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ دیکھ لیگا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا وہ دیکھ لیگا"

"لوگو! تم گھروں میں ان کے دروازوں کی راہ سے آؤ یعنی ہر بات کے اسباب مناسب کی رعایت ملحوظ رکھو"!
(قرآن)

اسلام کی تعلیم عقل و جسم قوت نظری و عملی کے استعمال کے متعلق سرگرم ہدایتوں سے لبریز ہے ہر جگہ یہی تاکید ہے ہمت رکھو محنت کرو۔

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

بعض علماء اور فضلاء صوفیاء نے بے شبہ تقدیر پر بہت زور دیا ہے مگر ان کے صحیح مفہوم کو بہت کم سمجھا جاتا ہے۔

"اسقاط تدبیر جو ممدوح ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اسباب دنیا اور فکر مصالح میں بقصد طاعت مولیٰ و کار آخرت کے بھی داخل نہ ہو بلکہ تدبیر ممنوع وہ ہے کہ دنیا کی تدبیر دنیا ہی کے لئے کرے یعنی وہ ذریعہ نافرمانی بن جاوے اور حلال حرام سے اس کو سمیٹنا شروع کرے۔

عبودیت کی حقیقت یہ ہے کہ ربوبیت کے آگے تدبیر و اختیار ترک کر دے اشرف المقامات عبودیت ترک تدبیر پر موقوف ہے بندے کو سزاوار ہے کہ اس کو ترک کر دے اور تسلیم و تفویض کی راہ پر چلے تاکہ مقام اکمل اور مسلک افضل تک پہنچے۔

جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ ہیں اور ترغیب دادہ ہیں ان میں کچھ اختیار نہیں کہ اس کو چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ وہ تو کرنا ہی پڑے گا تجھ کو یہ حکم ہے کہ اپنی تدبیر و اختیار سے نکل نہ کہ اللہ اور رسول کی تدبیر سے بھی"!
(حجۃ الاولیاء ابن عطا بحوالہ شیخ ابو الحسن)

قصہ مختصر "جبر و اختیار فی الاسلام" کے معمہ کو معارف دستگاہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سادہ الفاظ میں حل کر دیا ہے ؎

گفت پیغمبر بہ آواز بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند
گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

ہم کو اپنی طرف سے مقدور بھر کوشش کرنی چاہیئے اور نتیجہ کے لئے اس لطیفہ غیبی کا منتظر رہنا چاہیئے جو مکمل بہ حکمت و پابند قانون غیر ممکن التغیر ہے"۔

خلاصہ کلام "تمام عالم سلسلہ اسباب پر قائم ہے۔ سبب کے ساتھ مسبب کا وجود ضروری ہے۔ سلسلہ اسباب خدا نے پیدا کیا ہے۔ انسان کا ارادہ اور خواہش بھی منجملہ اسباب کے ہے۔ اس بنا پر اپنے ارادی افعال کا سبب کا سبب مختار یا خالق ہے۔ لیکن علۃ العلل ہونے کے لحاظ سے ان افعال کا خالق بھی فی الاصل خدا ہی ہے۔ انسان جو افعال کرتا ہے اپنی فطرت کے لحاظ سے بہ اختیار خود کرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ذمہ وار ہے اور ان افعال کے جو لازمی نتائج ہیں وہ خود بخود اسی سلسلہ اسباب کی بنا پر ظہور میں آتے ہیں انسان کی فطرت میں خدا نے برائی کا مادہ بھی رکھا ہے ایسا کرنا حکمت کا مقتضا تھا۔ ان اصولوں اور ربانی ہدایتوں کو سمجھنے کے بعد پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ قرآن مجید اس بحث کو ہر پہلو کے لحاظ سے بالکل تشفی کر دیا ہے" (شبلی)

بلکہ میرا گمان ہے کہ ہر مذہب کا اصل الاصول اسی کے مطابق ہے کیونکہ فی الاصل سب مذاہب کا مدعا تزکیہ نفس اور عمل اور عمل کا دار و مدار تمام تر آزادی اور قوت اختیاری پر منحصر ہے۔

ناظرین! خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ "منیجر"

تین زبردست حوالے

(جو ۶ مارچ کی یادگار منانے کے لئے لکھے گئے)

از قلم مہاشہ فضل حسین صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارے برادران وطن یعنی ممبران آریہ سماج ۶ مارچ کے دن اپنے دھرم ویر پنڈت لیکھرام کی یادگار منانے کے لئے جہاں اخباروں کے خاص نمبر نکالیں گے اور اس میں اس کی قابلیت کے راگ الاپیں گے۔ اور نظم و نثر میں اس کی مدح و ثنا کریں گے وہاں ہر ایک سماج میں خاص طور پر جلسہ ہوگا۔ اور اس میں مختلف مقرر تقریریں بھی کریں گے اور اپنے "شہید" اور "دھرم بلی" کی مہما اور اس کے کاموں کو کارناموں کی شکل میں بڑے جوش اور اخلاص سے حاضرین کے سامنے پیش کریں گے۔

اس لئے ہم بھی اس دن کے لئے ایک یادگاری مضمون حوالہ قلم کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین نور بھی اس دن یعنی شہرہ آفاق اور خدائی تجلیات کے ظہور کے دن کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسکی یادگار منائیں۔

ناظرین نور کو اس دن کی یادگار منانے کے لئے پنڈت لیکھرام کی تصانیف میں سے تین یادگاری حوالے سناتے ہیں جن کو یاد کر کے بڑے سے بڑے سماجی کو بھی دم بخود کیا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین ان سے وقت ضرورت خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔ اور خاکسار راقم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

پہلا حوالہ

پنڈت لیکھرام نے اپنی لاطائل اور بدتہذیبی سے پر تصانیف میں جہاں دیگر مذاہب کے بانیوں اور بزرگوں کو پانی پی پی کر کوسا اور ان کی خوبیوں اور اچھی باتوں کو بھی دنیا کی نظروں میں نکما ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک کی ناکام کوشش کی۔ وہاں برخلاف اپنے گورو سوامی دیانند جی کے کارناموں کی تعریف کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ چونکہ اس مختصر مضمون میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ ان تمام الفاظ کو نقل کیا جائے۔ جو بانی آریہ سماج کی عظمت و کمال کے گیت گاتے ہوئے اپنی کتب میں اس نے تحریر کئے ہیں۔ لہذا نمونۃً ایک فقرہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ ناظرین اسی سے باقی کو بھی قیاس کر لیں۔ ستیارتھ پرکاش کی تعریف میں پنڈت لیکھرام لکھتا ہے۔

"ستیارتھ پرکاش کیا ہے۔ گویا آریہ میگزین ہے۔ جس کا ایک ایک گولہ مذاہب باطلہ کے قلعوں کی بیسیوں برجوں کے اڑا دینے کے لئے کافی ہے"۔

(تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم صفحہ ۲۲۲)

دل تو چاہتا ہے کہ اس "آریہ میگزین" کے تمام ہی گولوں کا امتحان لیا جائے۔ اور ہر ایک کا تجزیہ کر کے اس کی اصل حقیقت طشت از بام کی جائے مگر چونکہ طوالت کا خوف اور فرصت کی کمی مانع ہے۔ اس لئے فی الحال بطور نمونہ مشتے از خروارے اس "آریہ میگزین" کے ایک ہی "گولہ" کی پرکھ کی جاتی ہے۔ کیونکہ خود سوامی جی بھی فرما چکے ہیں کہ

"جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا سب چاول پک گئے ہیں یا کچے ہیں"۔

(ستیارتھ صفحہ ۱۲۵)

اس طرح ہم بھی آریہ میگزین کے گولوں میں سے ایک گولہ یا اس آریہ ہنڈیا میں کا ایک چاول نکال کر اس راز کا انکشاف کرتے ہیں۔ اور ناظرین دیکھ لیں گے کہ اس "دقیانوسی" "آریہ میگزین" کے ایک "گولہ" میں دیگر مذاہب کے قلعوں کے بیسیوں برجوں کے اڑا دینے کے لئے فی الحقیقت کوئی خوفناک اور تباہ کن علمی مادہ بھرا ہوا ہے۔ یا محض اودیا کا گوبر۔

ناظرین! آئیے اب اس آریہ میگزین کے چوڑے ہال (کمرہ) میں قدم رکھیں اور اس میں سے کسی ایک الماری میں سے کوئی ایک گولہ برائے امتحان

نکالیں اور اس کی جانچ کر کے دیکھیں کہ وہ دیگر مذاہب کے قلعوں کے بیسیوں برجوں کو اڑا دینے کا کس قدر ہیبتناک مواد اپنے اندر رکھے ہوئے ہے۔

لیجئے اب ہم اس کے کمرہ ۱۴ کی الماری ۵۶۷ کو کھولکر گولہ منتشر نکالتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ اس گولہ نمبر ۵ کی علمی تحقیق کی جائے۔ پہلے اس کی چیٹ پڑھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ یہ گولہ اسلامی قلعہ کے کون کون سے برجوں کو تہس نہس کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے کیونکہ قران کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے کے جہاں اور بہت سے دلائل دیئے ہیں وہاں ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ:۔

فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین الخ

کہ اے باطل سے لو لگانے والے منکرو! اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ کلام (قران مجید) خدا کی طرف سے نہیں بلکہ کسی انسان کی دماغی کاوش یا فکر کا نتیجہ ہے۔ تو آؤ معارضہ کرو زیادہ نہیں صرف ایک اور واقعی ایک سورت اس کی مثل و مانند بنا لاؤ۔ اور ایک نہیں دو نہیں بلکہ اپنے تمام حامیوں اور مددگاروں کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لو۔ لیکن باوجود اس کھلی اجازت کے تم قیامت تک بھی اس کی مثل و مانند ایک سورت بنانے میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔

اور یہ وہ قرانی چیلنج (برج) ہے۔ کہ جس کا جواب (انہدام) آجتک کسی مخالف سے نہ ہو سکا۔ لیکن آئیے اب دیکھیں کہ اس قرانی سد یا برج کو گرانے کے لئے جو گولہ سوامی دیانند نے آریہ میگزین کے چودھویں کمرہ کی پانچ سو سرسٹھویں الماری کی خانہ نمبر ۵ میں تیار کر کے رکھا ہے۔ اس کی مسمار کر دینے والی لیاقت کا امتحان کریں۔ لیکن امتحان کے قبل اس کا چہرہ مہرہ بھی دیکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

"بھلا یہ کوئی بات ہے کہ اس (قران) کے مانند کوئی سورت نہ بنے۔ کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مولوی فیضی نے (مولوی فیضی) نے بے نقط قران نہیں بنا لیا تھا؟"[1]

یہ تو ہے آریہ میگزین کے اس ایک "گولہ" کی بیرونی ہیئت جو بقول لیکھرام مخالف مذاہب کے "قلعوں کے بیسیوں برجوں کو اڑا دینے کے لئے کافی ہے"! اب اس خوفناک اور تباہ کن گولہ کا علمی تجربہ کر کے دیکھا جائے کہ اس کے متعلق لیکھرام کا ادعا کہاں تک معقول اور صداقت و راستی پر مبنی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تبلیغی توپخانہ صرف چھ روپیہ میں

آج دوست اور دشمن ہر دو اس کے معترف ہیں کہ نور کے پرانے فائل سکھوں اور آریوں میں تبلیغی مضامین کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہیں بسا اوقات ایک ایک مضمون کے لئے ہزاروں صفحوں پر دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے۔ فائل ۲ تا ۷ (۱۹۱۱ تا ۱۹۱۶) جن کی مجموعی قیمت بارہ روپئے ہے مگر وسط مارچ تک صرف چھ روپے علاوہ محصولڈاک لئے جائیں گے۔

پتہ

مینجر نور نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

لیکن امتحان کرنے سے پہلے ہم ایک پیچیدگی کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو اس موقعہ پر پیش آنی لازمی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جس قدر ہمارے ناظرین مسلمان ہیں۔ وہ "آریہ میگزین" کے اس گولہ کے اندر بھرے ہوئے مواد کو گوڈر اور تہس نہس بتلائیں گے۔ جو ہے بھی درست مگر آریہ ناظرین اس کو کسی حال میں بھی تسلیم نہ کریں گے اور بار بار کے سمجھانے پر بھی وہ اپنے گورو کی اس ساخت و ایجاد کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہیں گے۔ اس لئے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کے لئے کوئی ثالث مقرر کرنا ضروری ہے۔ جو فیصلہ کرے اور بتلائے کہ سوامی دیانند کے قایم کردہ "آریہ میگزین" کے اس "گولہ" میں فی الواقع کوئی تباہ کن مادہ ہے یا محض کیچڑ میں سنا ہوا گوڈر۔

لیکن ثالث کے تعین میں بھی جھگڑے کا احتمال ہے اگر کسی مسلمان کو ثالث مقرر کیا گیا تو آریہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں گے اور اگر کسی یہودی یا عیسائی کو پنچ بنانے کے لئے نامزد کیا گیا تو ممکن ہے کہ کوئی مسلمان بھی اس کے خلاف ووٹ دے اس واسطے ہم اس "گولہ" کی اندرونی کیفیت اور ماہیت کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کو ثالث بناتے ہیں کہ جس کے تقرر پر ہمارے آریہ دوست بجائے شکایت کے خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کریں گے۔

باقی رہا اس ثالث کا نام سنکر کسی مسلمان کا خلاف ووٹ (رائے) دینا سو اس موقعہ پر اس کی رائے کو آریہ دوستوں کی خوشنودی پر قربان کئے دیتے ہیں۔ اب سنئے کہ اس نزاع کا فیصلہ کرنے کے لئے ہم نے کون ثالث پسند کیا ہے۔ ہاں! اس کا نام پنڈت لیکھرام آریہ مسافر مکذب براہین احمدیہ ہمارے خیال میں آریہ دوست اس نام کو سن کر ہی باغ باغ ہو گئے ہوں گے توجہ فرمائیے!

لیکن توجہ کیجئے یہ شخص جس کا نام زبان پر آجاتا ہی آریوں کے دلوں کو باغ باغ کر دیتا ہے اس امر متنازعہ کا کیا فیصلہ کرتا ہے۔ آیا وہ مسلمانوں کے خلاف بولتا ہے یا اپنے دہرم بندہوؤں اور دینی بھائیوں کے جگر داغ داغ کرتا ہے۔ خیر وہ ان کے دل کو داغ داغ کرے یا باغ باغ کرے اب ذرا آریہ سماج کے "سید الشہداء" کا فیصلہ سنیے۔ مگر ذرا دھیان سے کہنا ہے کہ

"برہمنوں کی نسبت الہامی ہونے کا دعوی ایسا ہی بے بنیاد ہے جیسا کہ فیضی کی بے نقط کتاب

[1] ستیارتھ پرکاش اردو باب ۱۴ صفحہ ۲۹۶ اعتراض ۱۰۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مواد و الکلام کو فیضی کا قرآن جاننا حالانکہ سوائے چند جہلاء کے کوئی عالم اس کا قائل نہیں"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۶۶ کالم ۱ حاشیہ)

ان الفاظ میں، اگر کوئی مسلمان فیصلہ کرتا تو ممکن ہے ہمارے سماجی متر کبیدہ خاطر ہوتے۔ لیکن مقام شکر ہے کہ خود انہی کے "سید الشہداء" نے مسلمانوں کے حق میں ڈگری دیدی اور بتلا دیا کہ "آریہ میگزین" دستیارتھ پرکاش) کے گولے (اعتراض) ایسے نہیں کہ ان میں کوئی زبردست مصالحہ موجود ہے کہ جو غیر مذاہب کے قلعوں کو منہدم کر دے۔ بلکہ ان کے اندر بھس بھری ہوئی ہے اور ان کا جائزہ لینے سے سوائے اس کے کہ ان کے موجد کی ذہانت و فطانت کی کھلی اڑے اور کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

پنڈت لیکھرام نے یہ لکھکر نہ صرف مسلمانوں کے حق میں ڈگری دی اور سوامی جی کی ایجاد کو نکما اور بے مصرف ثابت کیا۔ بلکہ اپنے ان الفاظ پر بھی بڑی سختی سے تبر چلا دیا کہ:

"ستیارتھ پرکاش کیا ہے۔ گویا آریہ میگزین ہے جس کا ایک گولہ مذاہب باطلہ کے قلعوں کے بیسیوں برجوں کے اڑا دینے کے لئے کافی ہے"

(مندرجہ کلیات)

پس لیکھرام کے اس فیصلہ (مندرجہ کلیات) کے بعد ہمیں توقع رکھنی چاہئیے کہ اب کوئی بھی آریہ سماجی اپنے سوامی کی تقلید کرتے ہوئے قرآن کریم کی مندرجہ بالا تنزیہ کو یہ کہکر رد نہیں کرے گا کہ فیضی نے بھی بے نقط قرآن بنایا تھا۔ لہٰذا قرآن کا معارضہ ہو گیا۔ کیونکہ ایسا کہنا بقول بقول لیکھرام "جہلا" کا کام ہے

لیکن اس توقع کے ساتھ ہی ہم اس امر کا اظہار بھی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے "آریہ میگزین کے اس "گولہ" کا درشن کیا اور اس وقت بعض دیگر علمدوست احباب کو بھی اس کی زیارت میں شریک کر لیا جس پر ان دوستوں نے اس "گولہ" کے اندرونی کیفیت کا اظہار بڑے بڑے مناظروں میں بھی کیا اور ایک دنیا گواہ ہے کہ بڑے سے بڑا پنڈت بھی اس گولہ کے درشن اور لیکھرام کا فیصلہ سن کر دم بخود ہو کر رہ گیا اور کچھ بھی جواب نہ بن پڑا۔

لیکن چونکہ بعض لوگوں کو خواہ مخواہ کی بھی ضد اور بکشش بات سے پریم ہوتا ہے۔ اسلئے ایک سماجی پنڈت نے آخر بڑے لمبے عرصہ کے بعد اس حقیقت واضحہ کو مشتبہ کرنے یا بالفاظ دیگر اپنی بے بسی اور شکست فاش ظاہر کرنے کے لئے یہ لکھدیا کہ فیضی کی کتاب کے متعلق

"سوامی دیانند جی نے جھوٹ کا دعا نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ کہا ہے اور جو کچھ لکھا ہے حق لکھا ہے۔ خود اکبر کے زمانہ کے لوگ ساطع الالہام کو قرآن کا درجہ دیتے تھے۔ شیخ عبدالقادر بدایونی مصنف منتخب التواریخ نے لکھا ہے کہ اکبر نے فیضی سے بے نقط قرآن بنوایا تھا۔ ایک درخت کی کھوہ میں رکھوا کر لوگوں سے کہلوایا کہ جبرئیل علیہ السلام ایک نیا مصحف اکبر کے لئے خدا کی طرف سے لایا ہے۔ اور اس کی ترغیب ابوالفضل نے دی تھی۔ اور اس نے نیا مذہب بنانے کے لئے اس قرآن کا نام ساطع الالہام رکھا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں کہ اس بے نقط کتاب کو اکبر نے بمنزلہ قرآن پیش کیا اور اسکا وجہ سے اس کا نام ساطع الالہام رکھا تھا"

(رسالہ آریہ مسافر دہلی نومبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۵ کالم ۱)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر فی الواقع کسی نے فیضی کی اس بے نقط کتاب کو قرآن سمجھا تو وہ بقول لیکھرام جاہل ہے۔ کیونکہ سوائے چند جہلاء کے کوئی عالم اس کا قائل نہیں جیسی ہوئی۔

یہ لوگ تعصب اور ناروا طرفداری سے مغلوب ہو کر حقیقت حال کی خود تحقیق نہیں کرتے بلکہ ملا بدایونی کی کتاب سے الٹ سٹ پڑھ کو سرخرو ہونا ہی کافی سمجھتے ہیں۔

مہاشہ صاحب! آپکو علم ہونا چاہیئے کہ ملا بدایونی اور فیضی کے باہمی تعلقات کیسے تھے۔ آپ اگر مولانا محمد حسین صاحب آزاد کی دربار اکبری ہی پڑھ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ ان ملا صاحب نے فیضی پر اپنی تصانیف میں کس قدر بے جا نیش زنی کی ہے۔ اور اس کی بعض اچھی باتوں کو بھی الٹا ہی سمجھا نا چاہا ہے۔ اور جہاں تک ہمارا قیاس ہے۔ یہ بھی افترا ہے کہ فیضی نے قرآن کا معارضہ کرنے کے لئے ساطع الالہام تصنیف کی۔ اگر آپ کبھی ساطع الالہام یا بقول لیکھرام موارد الکلام کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو کہ قرآن کریم کی بے نقط عبارات میں فیضی نے تفسیر کی یا خود قرآن مجید کے مقابلہ کی ہی ٹھانی۔ (باقی آئندہ)

موتی دانت پوڈر (رجسٹرڈ)

دانتوں کا موذی درد دانتوں کا ہلنا مسوڑوں سے خون یا سفید زرد بدبودار رطوبت کا آنا۔ گوشت خورہ دانتوں پر میل کا جمنا دانتوں کا زرد ہونا منہ سے زیادہ پانی آنا بدبو دہنا دانتوں اور مسوڑوں کی مضبوطی پر ہی صحت کا دارومدار ہے۔ کمزور دانت غذا کو بخوبی نہیں چبا سکتے جس سے ہاضمہ اور صحت پر بہت خطرناک اثر پڑتا ہے۔ یہ موتی دانت پوڈر جملہ امراض دندان میں اکسیر ہونے کے علاوہ دانتوں کو موتیوں کی چمک دیتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک جو مدت تک کافی ہے

پتہ

منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

ا؎ یہ چند کتابیں ہیں جنہیں سناتن دہرمی ویدوں کی طرح الہامی اور خدا کا کلام مانتے ہیں مگر آریہ سماج انہیں ویدوں کی تفسیریں سمجھتی ہے جو بعض رشیوں نے بنائیں۔